OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

صرف دولت میں اسراف وتبذیر کی ممانعت کے معیشت پر اثرات کا تحقیقی جائزہ

Research on the Effect of Proscription of Waste and Extravagance Wealth Consumption

Dr. Erum Fatima
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Swabi Women University

Dr. Naseem Akhter
Associate Professor, Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
khtr_nsm@yahoo.com

Dr. Shabana Qazi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Balochistan University Quetta

Abstract

Islamic instructions clearly defy misspending and forbids the excessive use of fortune, since it is entrusted to us, and as a depository, we have no authority to waste it. A person is only authorized to utilize the given fortune for permissible and necessary requirements of life. Needless and excessive expenses are forbidden by Allah S.W.T. The perspective of Islam in this regards is that the given resources are the necessity of human life, misusing or wasting it is injustice to the whole of humanity. That is why misspending is an act of dissipatedness. Islam forbids every kind of exploitation either it is monetary misuse, waste of time and health, excessive use of mind and body or abusing by words etc. Following essay centers around the overuse of money because it dominates all other exploitations.

Keywords: Islamic Instructions, Humanity, Injustice, Money, Needless

تعارف

"سرف: خطانادانی، جہالت میں حد سے بڑھ جانا۔" (۱) "سرف: مجاوزة القصد: واسرف فی مالہ: عجل من غیر قصد، واما اسرف الذی نہی اللہ عنہ فھو ما انفق فی غیر طاعہ اللہ، قلیلا کان او کثیرا۔ والاسراف فی النفقة: التبذیر۔ وقولہ تعالیٰ: "والذین اذا انفقو الم یسرفوا ولم یقترو۔"ملم یسر فوا ای لم یضعوہ فی غیر موضعہ ولم یقترو الم یقصرو ابہ عن حقہ وقولہ: (ولا تسرفوا)، الاسراف اکل مالا یحل اکلہ"(۲)سرف: مال میں اسراف کرنا، فضول خرچی کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔ جس اسراف سے اللہ نے منع کیاہے اس میں ہر وہ خرچ شامل ہو گا جو اللہ کی اطاعت کے خلاف خرچ کیا جائے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ خرچ کرنے میں اسراف کو تبذیر کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔(والذین اذا انفقو الم یسرفوا ولم یقتروا)

"لم یسرفوا" کے معنی ہے کہ بے جا خرچ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے قول (ولا تسرفوا) کا مطلب ہے ہر ایسے مال کو کھانا جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔

CC BY

اردو لغت میں لکھا ہے کہ:

"نقد دل دوجے کوں دینا تجھ بغیر
حق شناسوں کے نزک اسراف ہے

سخی کو سمجھائیں گے کہ فضولی اور اسراف مت کر کہ کل کو تو محتاج اور درماندہ ہو جائے گا۔

" اسراف کے شیدائی شیطان کے ہیں بھائی
اللہ سے خود اس کی تصدیق کرادیں گے"(۳)

پروفیسر محمد لطیف "الٰہی نظام روزی" میں لکھتے ہیں کہ "التبذیر والا فراط" یعنی بے جا خرچ کرنا اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔"(۴) امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "السرف کے معنی انسان کے کسی کام میں حد اعتدال سے تجاوز کر جانے کے ہیں مگر عام طور پر اس کا استعمال خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کر جانے پر ہوتا ہے۔"(۵)

دین داری اور تقویٰ کے خلاف جو چیز ہے وہ اسراف ہے اور اللہ کی نگاہ میں اسراف نہیں ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس سے وسائل کے ضیاع کی راہ کھلتی ہے جو ان گنت معاشی و معاشرتی مفاسد کو جنم دینے کا باعث بن جاتی ہے۔

اسراف سے، فصلوں کے کٹنے کے بعد انہیں بارش میں بھیگنے، چوہوں وغیرہ کی وجہ سے ضائع ہونے اور ادھر ادھر گرانے وغیرہ کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے۔

تبذیر کے معنی و مفہوم

"بذر سے بذرا: فضول خرچ ہونا۔

بذر تبذیرا: مال کو بیجا، خرچ کرنا۔"(۶)

"دولت تباہ کرنا، بے ضرورت روپیہ اڑانا۔"(۷)

وبذر مالہ: افسدہ والفقہ فی السرف وکل مافرقتہ وافسدتہ، فقد بذرتہ، وفیہ بذارۃ۔

والتبذیر: افساد المال و انفاقہ فی السرف۔ قال اللہ عزوجل "ولا تبذر تبذیرا"وقیل: التبذیر ان ینفق المال فی المعاصی"(۸)

بذر مالہ: اخراجات میں زیادتی کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کو خراب کر دیا جائے تو اس کو بذر کہتے ہیں۔

تبذیر: مال کو ضائع کرنا اور فضول خرچی میں لگانا تبذیر کہلاتا ہے جیسے اللہ کا ارشاد ہے: "ولا تبذر تبذیرا" اور بعض نے کہا کہ گناہ کے کام میں مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔

"اس کا مادہ (ب ذ ر) اور تبذیر باب تفعیل ہے، اس کے معنی پراگندہ کرنے اور بکھیر دینے کے ہیں پھر یہ لفظ زمین میں بیج ڈالنے کے معنوں میں بھی آیا ہے کیونکہ بیج کو زمین میں بکھیر دیا جاتا ہے پھر استعارۃً مال ضائع کر دینے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

لسان القرآن میں مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں کہ "التبذیر، فضول خرچی کرنا یا ایسے امور میں مال خرچ کرنا جو شرعاً ناجائز ہیں۔"

المعجم الوسیط میں ہے کہ:

"وبذر مالہ۔ اسرف فی انفاقہ"

"اس شخص نے مال خرچ کرنے میں زیادتی کی۔"(۹)

مصنف تفسیر نمونہ لکھتے ہیں کہ "تبذیر اس طرح سے خرچ کرنے کو کہتے ہیں کہ جو اتلاف اور ضیاع کی حد تک پہنچ جائے۔"لیکن بنا کہے واضح ہے کہ بہت سے مواقع پر دونوں الفاظ بالکل ایک معنی میں استعمال ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تاکید کے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ آتے ہیں۔

حضرت علی نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"الا ان اعطاء المال فی غیر حقہ تبذیر و اسراف وھو یرفع صاحبہ فی الدنیا و یضعمہ فی الاخرۃ ویکرمہ فی الناس ویھینہ عنداللہ"

خبر دار! مال کو اس کے مقام استحقاق کے علاوہ خرچ کرنا، تبذیر و اسراف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کام انسان کو دنیا میں بلند مرتبہ کر دے لیکن آخرت میں وہ یقیناً پست و حقیر ہو گا۔ ہو سکتا ہے عام لوگوں کی نظر میں اسے عزت و اکرام حاصل ہو جائے مگر بارگاہ الٰہی میں یہ کام انسان کی تنزلی اور سقوط کا سبب ہے۔"(۱۰)

"عرض تبذیر سے مراد دولت کو وہاں خرچ کرنا ہے جہاں خرچ کرنے کا موقع ہی نہ ہو۔ مثلاً فخر، ریا، نمائش کے اخراجات، عیاشی اور فسق و فجور کے خرچ اور تمام ایسے خرچ جو انسان کی حقیقی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف ہونے کی بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہادیں۔ قمار بازی، شراب نوشی، بار باشی، میلے ٹھیلے اور شادی بیاہ کی وہ رسمیں جن میں اپنی شان دکھانے کے لیے بے دریغ روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔"(۱۱)

غیر ضروری مدات اور غیر ضروری مواقع پر دولت کا استعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

اسلام تبذیر کی تو سرے سے اجازت ہی نہیں دیتا، یعنی محرمات پر خرچ۔ مثلاً جوا، شراب وغیرہ پر خرچ کی اسلام کوئی اجازت نہیں دیتا۔ اشیائے تعیشات اور عیش و عشرت میں مال لٹانے کی اجازت نہیں دیتا اور نمود و نمائش کے لیے فخر و مباہات کے لیے مال اڑانے کی اجازت نہیں دیتا، یعنی ہاتھ کو کھلا رکھنے میں باالفاظ دیگر ان سب امور پر اخراجات تو قطعی طور پر منع ہیں، تو ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے کیے جانے والے کاروبار و تجارت جو ان سب سے تعلق رکھتے ہوں جہاں ان سرگرمیوں کو پورا کرنے اور پروان چڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ یعنی وہ سامان و اسباب بہم فراہم کرنے کے لیے سرگرمیاں انجام دی جائیں، انہیں تیار کیا جائے اور ان کو فروخت کیا جائے تاکہ لوگ اپنا مال خرچ کر کے بے راہ روی کا شکار ہو جائیں، ان کاروبار و تجارت پر بھی اسلام سخت پابندی عائد کرتا ہے اور ان تمام کاروبار و تجارت کو ناجائز قرار دیتا ہے جو اسراف و تبذیر کا سبب بنیں اور اس کے فروغ کے لیے راہیں ہموار کریں۔

اسراف و تبذیر قرآن کی نظر میں

"اسراف قرآن کریم کی ایک جامع اصطلاح ہے، اس کا اطلاق ہر ایسے طرز عمل پر ہوتا ہے جو صحیح انسانی اور اسلامی طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو لیکن صرف مال اور استعمال ملکیت کے سلسلہ میں اس کے معنی کچھ محدود ہیں۔ جس غرض کی تکمیل مال و املاک کی ایک مخصوص مقدار صرف کر کے کی جا سکتی ہے اس پر دانستہ اور بلا مزید فائدہ کے زائد مقداریں صرف کرنا اسراف ہے۔"(۱۲)

"یا ایھا الذین آمنو لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رناء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فأصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شی ء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین۔"(۱۳)

"اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی، ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔"

"والذین ینفقون أموالھم رئاء الناس ولا ی ؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا"(۱۴)

"اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روز آخرت پر۔ سچ تو یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں اپنے مال کو دکھاوے کے لیے خرچ کرنے والوں سے ناپسندیدگی کا اظہار اتنا سخت ہے کہ ان کے ایمان باللہ و آخرت ہی کی نفی کی جارہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دکھاوے کے لیے کیا جانے والا خرچ محض وسائل و ذرائع کا ضیاع ہے۔ یعنی ملک کے قیمتی وسائل و ذرائع ایسی مدوں پر خرچ ہونے لگتے ہیں جو غیر پیداواری یا معاشی طور پر غیر اہم ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس سخت انداز کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ذرائع کے ضیاع سے روکتا ہے تاکہ یہ ذرائع معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لیے استعمال ہوں۔"(۱۵)

"وكلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين"(۱۶)

"اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ دینداری اور تقویٰ کے خلاف جو کام بھی کیا جائے وہ اسراف ہے، اس لیے کہ یہ چیز اس قسط کے خلاف ہے جو تمام شریعت اور تمام احکام الٰہی کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ قاسم بالقسط ہے، اس وجہ سے وہ مقسطین یعنی عدل و اعتدال پر قائم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسرفین یعنی عدل و اعتدال سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یہ بے اعتدالی افراط کی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہے، تفریط کی نوعیت کی بھی اور یہ دونوں ہی باتیں خدا کی پسند کے خلاف ہیں، نہ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ آدمی کھانے پینے، پہننے ہی کو مقصد بنا کے رات دن اسی کی سرگرمیوں میں مشغول رہے اور نہ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ ان چیزوں کو راہبوں اور جوگیوں کی طرح تیاگ دے۔ تبذیر اور تفریط دونوں ہی شیطان کی نکالی ہوئی راہیں ہیں۔ خدا زندگی کے ہر پہلو میں عدل و اعتدال کو پسند فرماتا ہے۔ تاہم ہر غنی سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اس کے پاس جو مال ہے اس میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں، اس وجہ سے اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا تو مباح ہے لیکن اسراف و تبذیر جائز نہیں ہے۔"(۱۷) کیونکہ یہ معاشی ترقی گنوا دینے کا باعث ہو سکتا ہے، اسراف کرنا معاشی طاقت کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے جس کے نتیجے میں معاشی ترقی رک جائے گی اور معاشرہ معاشی طور پر کمزور ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک کائنات اپنے بندوں کی معاشی خوش حالی اور ترقی دیکھنا چاہتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ مسرفین کو دوست نہیں رکھتا اور اللہ جس کو دوست نہیں رکھتا لازماً وہ اس کے نزدیک مبغوض ہیں۔

"ولا تبذر تبذيرا۔ ان المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا۔"(۱۸)

"فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ "فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے اور اسی طرح یہ لوگ بھی تبذیر کر کے دراصل رب کی ناشکر گزاری کرتے ہیں کیونکہ نعمتوں پر شکر کا طریقہ تو یہ ہے کہ انسان نہ صرف زبان اور دل سے ان نعمتوں کے عطا ہونے پر اپنے رب کا شکر گزار ہو بلکہ عملاً شکر گزاری یہ بھی ہے کہ ان نعمتوں کو ضائع نہ کیا جائے، مال کو اڑایا نہ جائے بلکہ اللہ کے دیے ہوئے احکامات کے مطابق خرچ کیا جائے۔ اگر مال کو تبذیر کر کے فضول خرچی سے اڑا دیا گیا تو انفاق کے لیے کوئی مال باقی ہی نہیں بچے گا۔ گویا ثابت ہوتا ہے کہ غیر ضروری مدات میں روپیہ پیسہ صرف کرنے سے حق داروں کے مالی حقوق ادا کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ تبذیر کے نتیجے میں حق داروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔

گویا معلوم ہو رہا ہے کہ فضول خرچ لوگ شیاطین کی دوستی اور ہمنوائی کا دم بھر رہے ہیں اور شکر گزاری کی بجائے ناشکری کا مظاہرہ ہے کہ جو انجام شیاطین کا ہے وہی ان کا بھی ہے اور پھر جن افراد و اقوام میں اسراف و تبذیر کی عادت عام ہو جائے وہ نہ صرف اخلاقی لحاظ سے تباہ و برباد ہو جاتی ہیں بلکہ ان کی معاشی اور معیشت بھی زوال پذیر ہو جاتی ہے۔"(۱۹)

"ولا تجعل يدك مغلولة إلى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا"(۲۰)

"نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔"

اس آیت میں بلا واسطہ مخاطب خود نبی کریم ﷺ ہیں اور آپؐ کے واسطے سے پوری امت مخاطب ہے اور مقصود اقتصاد کی ایسی تعلیم ہے جو دوسروں کی امداد

میں حائل بھی نہ ہو اور خود اپنے لیے بھی مصیبت نہ بنے۔اس آیت کے شان نزول میں حضرت جابر نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری والدہ آپؐ سے ایک کرتے کا سوال کرتی ہیں۔اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی کرتا اس کے سوا نہیں تھا جو آپ کے بدن مبارک پر تھا۔آپؐ نے لڑکے کو کہا کہ "پھر کسی وقت آؤ جبکہ ہمارے پاس اتنی وسعت ہو کہ تمہاری والدہ کا سوال پورا کر سکیں۔"لڑکا گھر گیا اور واپس آیا اور کہا کہ میری والدہ کہتی ہیں کہ آپؐ کے بدن مبارک پر جو کرتا ہے وہی عنایت فرمادیں۔یہ سن کر سول اللہ ﷺ نے اپنے بدن مبارک سے کرتا اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔آپ ننگے بدن رہ گئے۔نماز کا وقت آیا۔حضرت بلال نے اذان دی مگر آپؐ حسب عادت باہر تشریف نہ لائے تو لوگوں کو فکر ہوئی۔بعض لوگ اندر حاضر ہوئے تو دیکھا۔آپؐ کرتے کے بغیر ننگے بدن بیٹھے ہیں،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے بظاہر اس طرح خرچ کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ جس کے بعد خود فقیر اور محتاج ہو جائے اور پریشانی میں پڑ جائے۔یہ حکم مسلمانوں کے عام حالات کے لیے ہے جو خرچ کرنے کے بعد تکلیفوں سے پریشان ہو کر پچھلے خرچ کیے ہوئے پر پچھتائیں اور افسوس کریں اور جو لوگ اتنے بلند حوصلہ ہوں کہ بعد کی پریشانی سے نہ گھبرائیں اور اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کر سکیں ان کے لیے یہ پابندی نہیں ہے۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ اور بعض صحابہ کرام نے کہا کہ آگے آنے والے حالات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پاس ہے اسے اس وقت خرچ کر ڈالے،کل کو دوسرے صاحب حاجت لوگ آئیں اور کوئی دینی ضرورت اہم پیش آجائے تو اب اس کے لیے قدرت نہ رہے اور اگر ہاتھ کو بخل سے بالکل روک لے گا تو لوگ ملامت کریں گے۔"(۲۱)یعنی خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کریں تاکہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوعیت نہ آئے یا پھر اتنا بخیل نہ ہو جائے کہ اپنی اور پرائے کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے اور دونوں طریقے سے دل و ضمیر اور معاشرہ ملامت کرے۔"تو بالآخر اس کا نتیجہ یہ سامنے آئے گا کہ دوسروں کے حقوق کے معاملے میں سزاوار ملامت بھی ٹھہرو گے اور ادائے حقوق سے قاصر و درماندہ بھی ہو کر رہ جاؤ گے۔"(۲۲)

شیخ عمر فاروق،شریعت اسلامیہ کے محاسن میں لکھتے ہیں کہ "ہاتھ گردن سے باندھنا محاورہ ہے جس کے معنی بخل کرنا ہے،کھلا چھوڑنا یہ ہے کہ ضرورتس سے زیادہ خرچ کر دیا جائے اور انسان پھر تہی دست ہو کر حیران و پریشان ہو جائے اور لوگوں سے قرض مانگتا پھرے اور کوئی دے یا کوئی انکار کر دے۔"

اعتدال زندگی کا راستہ ہے جس سے کبھی شرمندگی اور پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔انگریزی میں کیا ہی اچھا محاورہ ہے۔"(۲۳)

"Cut Your Coat according to your cloth".(۲۴)

جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ۔قرآن اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

"لینفق ذو سعة من سعتہ"(۲۵)

"اور اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرو۔"

اس لیے اپنی ضرورت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔اگرچہ حیثیت کے مطابق مال و اسباب کی وافر مقدار موجود ہو تو جتنا خرچ کرنے کا حق ہو اتنا خرچ کیا جائے۔یعنی کم خرچ سے مناسب انداز میں ضرورت پوری ہو جائے تو ایسے موقع پر زیادہ خرچ کرنا اسراف میں داخل ہو جائے گا لہٰذا جتنی وسعت ہو اور جتنا خرچ کرنا جائز ہو اتنا ہی کیا جائے۔

"ان الله لا يحب المعتدين"(۲۶)

"اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔"

حد سے تجاوز کرنا،وسیع مفہوم کا حامل ہے جس میں سے ایک پاک چیزوں کے استعمال میں اسراف اور افراط بھی زیادتی ہے اور اللہ کی نگاہ میں اسراف نہایت ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس سے وسائل کے ضیاع کی راہ کھلتی ہے جو ان گنت معاشی و معاشرتی مفاسد کو جنم دینے کا باعث بن جاتی ہے۔اس آیت مبارکہ میں اظہار ناپسندیدگی سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی معاشی بہتری کے لیے جو معاشی نظم منتخب فرمایا ہے اسے پامال نہ کیا جائے۔"(۲۷)

"يقول أهلكت مالا لبدا"(۲۸)

"کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑادیا۔"

خرچ کرنے کا یہ انداز دراصل اسراف ہے جو کسی حقیقی نیکی کے کام میں نہیں آیا بلکہ اپنی مالداری کی نمائش اور فخر اور بڑائی کا اظہار ہے۔ مثلاً شادی اور غمی کی رسموں میں سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی دعوت کر ڈالنا، جوئے میں ڈھیروں دولت ہار دینا، جوا جیت جانے پر یا دوستوں کو خوب کھلانا، میلوں میں بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ جانا اور دوسروں سے بڑھ کر شان و شوکت کا مظاہرہ کرنا، تقریبات میں بے تحاشا کھانا پکوانا تاکہ دور دور تک شہرت ہو جائے اور ایسے ہی دوسرے نمائشی اخراجات جنہیں جاہلیت میں آدمی کی بڑائی کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب اعمال معاشی قوت کو ضائع کر دینے والے ہیں جن کا نتیجہ معاشی ترقی نہیں ہو سکتا۔"(۲۹)

"والذین یسعون فی آیاتنا معجزین أولٰئک فی العذاب محضرون"(۳۰)

"رہے وہ لوگ جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں تو وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔"

اس آیت مبارک میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ اسلام کے معاشی نظام کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کریں اور اس ضمن میں دولت خرچ کریں جو کہ ناجائز راستہ ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔

"وتنحتون من الجبال بیوتا فربین"(۳۱)

"تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ ان میں عمارتیں بناتے ہو۔"

اس آیت مبارکہ میں فخریہ عمارتیں بنانے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اپنی بڑائی کے اظہار یا دولت و قوت اور کمالات فن کی نمائش کے لیے بلاضرورت حقیقی دولت کا خرچ کرنا اسراف ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب معاشرے کے غریب لوگوں کے لیے سر چھپانے کو ڈھنگ کی جگہ تک میسر نہ ہو اور دوسری طرف نمائشی یادگاریں تعمیر ہو رہی ہوں—یہ عمل قوم کی معاشی قوت کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے جس کا اثر معاشی ترقی پر بھی پڑتا ہے۔"(۳۲)

"ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین"(۳۳)

"اور بے جانہ اڑاؤ کہ وہ مسرفوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہاں یہ ہدایت اس وجہ سے دی جارہی ہے کہ حقوق کی ادائیگی کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی اپنی ضروریات وخواہشات کے معاملے میں معتدل کفایت شعار اور میانہ رو ہو۔ جو شخص مسرف اور فضول خرچ ہو اس کے اپنے ہی شوق پورے نہیں ہو پاتے وہ دوسروں کے حقوق کیا ادا کرے گا۔ شیطان ارباب مال پر سب سے زیادہ حملہ اسی راہ سے کرتا ہے، وہ ان کو طرح طرح کی آرزوؤں اور خواہشوں میں پھنساتا ہے اور وہ ان خواہشات و تعیشات کے ایسے غلام ہو جاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ان کا درجہ ضروریات سے بھی کچھ بڑھ کر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ بھلا کس طرح سوچ سکتے ہیں کہ جس مال میں ان کے یہ اللے تللے ہیں اس میں خدا کے دوسرے بندوں کے بھی حقوق ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کتے باز، شکرے تو آسودہ رہتے ہیں لیکن ان کے پڑوسی بھوکے سوتے ہیں۔"(۳۴) اس کے برعکس اللہ کے محبوب، کامیاب، خوشحال اور ملک کی خوشحالی کا سبب بننے والے یہ لوگ ہیں:

"والذین أذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما"(۳۵)

"جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں ان کے اس اہتمام کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اندر انفاق فی سبیل اللہ کے لیے پایا جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب وہ اپنی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں تو اس میں احتیاط و کفایت شعاری ملحوظ رکھتے ہیں، نہ وہ اس میں اسراف کو راہ دیتے ہیں نہ بخالت کو۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے مال میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں، اس وجہ سے وہ اپنی ضروریات کو ان کی حدود سے متجاوز نہیں ہونے دیتے تاکہ دوسروں کے حقوق ادا کر سکیں۔ اگرچہ متوسط درجہ کی زندگی کے لیے کوئی ایک معین معیار مقرر کرنا مشکل ہے، اس میں حالات کے تغیر کے اعتبار سے فرق ہو سکتا ہے لیکن یہ فرق اتنا باریک نہیں ہے کہ ایک عام آدمی اس کو معلوم نہ کر سکے۔ اپنی قوم اور اپنے معاشرے کے معیار کو سامنے رکھ کر ہر صاحب مال اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا کیا معیار رکھے کہ اپنے دوسرے غریب بھائیوں اور اپنے دین کی بھی خدمت کر سکے۔ اس راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف نہیں ہے۔ رہے وہ لوگ جو معیار زندگی اونچا کرنے کی کوشش میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ شیطان

کے بھائی بن جاتے ہیں اور ان کو کبھی خدا اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جس معاشرے میں یہ بیماری عام ہو جاتی ہے بالآخر اس پر اشتراکیت کا عذاب مسلط ہو کر رہتا ہے۔"(۳۶)

حمید نسیم ان لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "نجی ضرورت کی کفالت کے بعد جو مال بچ رہتا ہے اسے یہ نہایت ذوق و شوق سے مگر عاجزانہ اللہ کی راہ میں اللہ کے بنائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کرتے کہ اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر سب کچھ غریبوں میں بانٹ دیں اور یہ بھی نہیں کہ سب کچھ اپنے کنبے پر لٹا دیں اور اللہ کی ضرورت مند مخلوق کو فراموش کر دیں۔ خاندان کی کفالت بھی اللہ کی طرف سے ان پر فرض کی گئی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ بھی۔ یہ ان دونوں فرائض کی بجاآوری میں توازن برقرار رکھتے ہیں، دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہاں ذکر امت مسلمہ کے عام نیکوکار بندوں کا ہے، وہ بندے جنہیں قرآن "صلحا"، "شاہد"، "صدیق" کہتا ہے ان کے لیے جو معیار ہیں وہ ان کا اور ان کے خداوند کریم کا معاملہ ہے۔ اللہ کا رسولؐ تو یہ کرتا تھا کہ اس کے گھر میں کچھ باقی نہیں رہتا تھا لیکن یہ روش عام مسلمانوں کے لیے نہیں، انہیں فرق مراتب سمجھنا چاہیے اور ان احکام کی اتباع کرنی چاہیے۔"(۳۷) جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان آیات میں دی ہیں تا کہ ایک فلاحی اور پرامن معاشرہ تشکیل پا سکے۔

"اسراف کے ان تمام ذرائع اور طریقوں سے بچ جانے کے نتیجے میں جن کا ذکر مندرجہ بالا آیات میں کیا گیا ہے بے تحاشا وسائل و ذرائع ضائع ہونے سے بچ جائیں گے جن کو انفرادی یا اجتماعی طور پر یا حکومتی یا سماجی اداروں کے ذریعے معاشرے کی بہتری اور معاشی ترقی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسراف و تبذیر سے پرہیز کرنے کے نتیجے میں محبت بڑھے گی جو سرمایہ کاری کے کام آ سکے گی۔ مفید چیزوں پر سرمایہ کاری سے معاشرے کو حقیقی فائدہ پہنچے گا یعنی ضروریات زندگی بھی پوری ہوں گی، معاشرہ بھی ترقی کرے گا اور جسمانی محنت کا صحیح استعمال بھی ہو گا۔"(۳۸)

اسراف و تبذیر احادیث مبارکہ کی روشنی میں

اسراف و تبذیر کی وسیع اور جامع اصلاح کے حوالے سے حدیث مبارکہ کی کتب میں مختلف ابواب اللباس، الاطعمہ، فضل الفقراء، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الاقضیہ کے مطابق احادیث بیان کی گئی ہیں جن کا بیان کیا جانا ضروری ہے۔

"سمعت النبی: یقول: ان اللہ کرہ لکم ثلاثا: قیل وقال، واضاعۃ المال، وکثرۃ السوال"(۳۹)

"(مغیرہ بن شعبہ نے کہا) میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اللہ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے: قیل و قال کرنا، مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔"

امام نودی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اضاعت مال سے مراد مال کو غیر شرعی طور پر صرف کرنا اور تلف بے جا کے حوالے کرنا ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ (معاشرہ میں) بگاڑ پیدا کرنے کے ہم معنی ہے اور اللہ فساد پیدا کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ جب کوئی شخص اپنا مال ضائع کر دے گا تو کسی دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ جائے گا۔"(۴۰)

امام نودی کی اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآن کریم میں فساد (بگاڑ) پیدا کرنے کی جو ممانعت آئی ہے اس میں تلف مال کی ممانعت خود بخود شامل ہے کیونکہ مال فساد پیدا کرنے کی ایک شکل ہے۔

"وقال النبیؐ کلو اوا شربوا والبسوا و تصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلۃ، وقال ابن عباس کل ماشئت والبس ماشئت ما اخطاء تک اثنتان، سرف او مخیلۃ۔"(۴۱)

"نبیؐ نے فرمایا ہے کہ کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو مگر اس میں اسراف یا گھمنڈ نہ ہو۔" اور ابن عباس نے کہا ہے کہ اسراف اور گھمنڈ سے بچتے ہوئے جو جی چاہے کھاؤ اور جو چاہو پہنو۔

"عن انس ابن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان من اسراف ان تاکل کل ما اشتھیت۔"(۴۲)

"انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ بات بھی اسراف میں داخل ہے کہ جس چیز کی بھی خواہش ہو اسے کھا ہی لیا جائے۔"

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مال واملاک انسانی زندگی کا سہارا ہیں، اس سہارے کو غلط طریقہ سے ضائع کرنا پوری انسانیت کی حق تلفی اور اس پر ظلم کے مترادف ہے اور مفید اشیاء کی تباہی انسانیت کا مشترکہ نقصان ہے۔ غرض تلف مال کی ممانعت ایک ثابت شدہ اصول ہے۔

اسراف و تبذیر فقہاء کی نظر میں

"الاسراف: هو سجاوزة الحدسواء كان فى الاموال ام فى غيرها۔"(۴۳)

"حد سے تجاوز کرنے کو اسراف کہتے ہیں چاہے اموال میں ہو یا اس کے علاوہ کسی بھی چیز میں۔"

"صرف الشى فيما ينبغى زائد ا على ماينبغى" (۴۴)

"کسی چیز کا اس کا مناسب مقام میں حد سے زیادہ خرچ کر دینا۔"

"انفال المال الكبير فى الغرض الحنسيس و تجاوز الحدفى النفقہ۔"(۴۵)

"چھوٹی سی ضرورت میں بہت سامان خرچ کر دینا اور خرچ میں حد سے تجاوز کر جانا۔"

"تبذیر: صرف الشيء فيما لاينبغي (خاص بانفاق المال في المعاصي)"(۴۶)

"غیر مناسب (بغیر ضرورت کے) مقام پر کسی چیز کو خرچ کرنا۔ (یہ اصطلاح مال کو گناہ (نافرمانی) کے کاموں میں خرچ کرنے کے ساتھ خاص ہے۔

اسرافیات و تبذیرات کا سد باب

"اسلام وہ دین ہے جس میں وضو اور غسل کے لیے ضرورت سے زیادہ پانی بہادینا بھی عنداللہ قابل مواخذہ جرم ہے، کجا کہ عیش و عشرت کے ہنگاموں اور لہو و لعب میں اللہ کے خزانہ ہائے رزق کو جھونکا جائے پھر یہ وہ دین ہے جس نے مسرفین کو شیطان کی برادری میں شامل کیا ہے، بس اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ العمل ہو گا تو اسراف کا سد باب کرنے کے لیے اسے لازماً مختلف قانونی اور اخلاقی تدابیر اختیار کرنی پڑیں گی۔ سوسائٹی میں اسراف و تبذیر کے حسب ذیل اثرات نمایاں ہیں:

۱۔ دولت عامہ کا ایک کثیر حصہ امیر لوگ اور ان کی دیکھا دیکھی متوسط طبقے کے لوگ ضروریات زندگی سے بالاتر لایعنیات میں کھپا دیتے ہیں۔ نتیجتاً سوسائٹی کے عوام کی محرومی بڑھ جاتی ہے۔

۲۔ مسرفانہ معیار زندگی کے مصارف پورے کرنے کے لے ے عوام کی جیبوں سے روپیہ نکالنے کی غیر اسلامی صورتیں اختیار کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے پورا معاشرہ بگڑ جاتا ہے اور لازماً ناہمواریاں بڑھتی ہیں۔

۳۔ سوسائٹی کے بے شمار مرد عورتیں عوامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اعلیٰ اور پاکیزہ خدمات انجام دینے کے بجائے رقص و سرود اور امراء کی تفریح کے دوسرے لوازم کے اہتمام میں کھپ جاتے ہیں اور "پیدا آور" صنعتوں اور علم واخلاق کی ترقی کی رفتار کمزور ہو جاتی ہے۔

۴۔ اسراف کی چھوٹ امراسے متوسط طبقے میں اور متوسط طبقے سے غریب عوام میں پھیلتی ہے اور اس طرح ایک عام اخلاقی انحطاط کے ساتھ ساتھ پھیلتا جاتا ہے۔

مصنوص ممنوعات:

اسلامی شریعت نے اسرافیات و تبذیرات کی روک تھام کے لیے جن چیزوں پر صریح قانونی بندشیں لگادی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے استعمال کو جرم قابل مواخذہ ٹھہرایا ہے۔

۲۔ سونے کی زیورات اور ریشم کے ملبوسات کو مردوں کے لیے قطعی حرام کر دیا ہے۔

۳۔ چاندی سونے کے برتنوں اور (عورتوں کے زیورات کے سوا) دوسرے آرائشی سامانوں کو ممنوع قرار دیا ہے۔

۴۔ حرمت تصاویر کی وجہ سے آرٹ گیلریاں بنانے اور ڈرائنگ روم کو مجسموں سے آراستہ کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

۵۔ پیشہ ور گویوں اور آلات موسیقی کے وجود کو مسلم سوسائٹی کے لیے ناقابل برداشت قرار دیا ہے۔

۶۔ رقص اور بے حیائی کی دوسری صورتوں، نیز (ورزشی اور عقلی قسم کے تفریح آمیز کھیلوں کو مستثنیٰ کر کے) لہو و لعب اور تضیع اوقات کو جائز نہیں رکھا۔

۷۔ قمار آمیز تفریحات کو حرام ٹھہرایا ہے۔

۸۔ زندگی کی تقریبات میں ضیاع مال کو روکنے کے لیے ان کو سادگی کی حدود کا پابند کر دیا ہے۔

۹۔ بلا شدید ضرورت کے کتے پالنے کی اجازت نہیں دی۔

۱۰۔ مکانوں کو نقش و نگار سے مزین کرنے اور قبروں کو چونے گچ بنوانے کو سخت مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۱۔ لباس میں کبر کے (اور عام معاشرت میں) ٹھاٹ کے مظاہرے کو بھی حرام کر دیا ہے۔

یہ ایسے طے شدہ امور ہیں کہ اسلامی نظام میں شارع کی ہدایات کے تحت قانونی طور پر محکمہ احتساب امراء اور عوام کو ان سارے مفاسد سے روک دے گا اور ظاہر ہے کہ یہ اجتماعی دولت کو محفوظ کرنے اور معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے اور امراء عوام میں اخوت و مساوات پیدا کرنے کی بہترین صورت ہے۔ ان مفاسد سے معاشرے کو پاک کر دینے کے بعد معیار زندگی ایسا سادہ ہو جاتا ہے کہ پھر ہمارے ہاں کی محنت کی اجرتیں اور اشیاء کی قیمتیں اور روپے کی قوت خرید بین الاقوامی مارکیٹ میں بڑی بڑی قوموں کی معاشی برتری کو شکست دے سکتی ہے۔

اجتہادی بندشیں

منصوص "اسرافیات" کی مختلف شکلوں کو اور ان کے متعلق شریعت کے نواہی کی حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر ایک اسلامی حکومت کی پارلیمنٹ یہ طے کر سکتی ہے کہ اسراف کے دوسرے مظاہر کون سے ہیں جن کی حرمت کے لیے اگر کوئی منصوص دلیل نہ ہو تو کم از کم وہ مشتبہات ضرور ہیں اور ان کی بندش کا اہتمام کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں عام اوسط درجے کی زندگی کی ضروریات کو مستثنیٰ کر کے آرائش، زیبائش، جائز تفریحات وار خوش حالی اور آرام پسندی کے لوازم پر بڑھتے ہوئے ٹیکس لگا کر ان کے فروغ کو روکنے کی تدریجی کوشش کی جائے۔ اس سے بیک وقت دو فائدے ہوں گے، ایک یہ کہ لوگ ضروریات تک مصارف کو محدود رکھنے پر مائل ہوں گے، دوسرے یہ کہ عوام ملک کی اجتماعی ضروریات کے لیے فنڈز بہم پہنچ سکیں گے۔

بطور مثال یہ کہا جا سکتا ہے کہ غرباء اور اوسط درجے کے گھرانوں کی ضروریات سے گراں قسم کے چارپائی، برتن، فرنیچر، فرش، قالین، ریفریجریٹر، موٹر کاریں، کیمرے، ویڈیو سیٹ وغیرہ خریدنے والوں کو ملک کی اجتماعی ضروریات کے لیے مرکزی فنڈ میں ٹیکس داخل کرنا چاہیے، اسی طرح ریلوں میں فرسٹ کلاس اور سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے والوں کے کرایوں کے ساتھ ایسا ٹیکس ضرور شامل ہونا چاہیے جو تیسرے درجے کے مسافروں کی سہولیات کے لیے صرف ہو، اسی طرح جو لوگ دو منزلہ، تین منزلہ اور طویل و عریض مکانات تعمیر کرنا چاہیں وہ جہاں اپنے آرام کے لیے بہت سارا روپیہ صرف کرنے کی استطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں وہاں ان سے غرباء کی ضروریات کے لیے بھی مناسب حصہ وصول کیا جا سکتا ہے۔ "علی ھٰذا القیاس اعلیٰ" معیار کی زندگی بسر کرنے والوں پر اجتماعی ضروریات کا بار اس طرح بخوبی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اسرافیات کے کاروباری اڈے

موجودہ سوسائٹی میں اسرافیات اور تعیشات کے دلدادگان کے لیے باقاعدہ کاروبار ہوتے ہیں اور اڈے قائم کیے جاتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں بے شمار مراکز بدکاری قانون کی سرپرستی میں قائم ہیں کتنے ہی شراب خانے کھلے ہیں ہزاروں ہی سنیما چل رہے ہیں کئی رقص گاہیں ہیں بہت سے قمار خانے ہیں اور ان کے ذریعے اسراف اور عیاشی کی باقاعدہ تبلیغ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت کے ریڈیو اسٹیشن بھی لوگوں کی تعیش پسندیوں کو غذا فراہم کرتے ہیں اور لٹریچر بھی آرٹ کے خوش نما نام پر لہو و لعب کے اخلاق سوز اسباب کو فروغ دیتا ہے اور مصوری وبت تراشی رہی سہی کسر پوری کر دیتی ہے۔

ان اڈوں کو جن کے ذریعے سرمایہ دار لوگ عوام کا اخلاق بگاڑ کر روپیہ کماتے ہیں، بند کیے بغیر معاشی ناہمواریوں کا سدباب کرنا ممکن نہیں ہے۔ رہا ریڈیو

لٹریچر اور سنیما کا معاملہ سوان ذرائع تعلیم و تربیت کو عوام کی ذہنی، اخلاقی، معاشرتی، زرعی، صنعتی اور سیاسی ترقی کے لیے استعمال ہونا چاہیے نہ کہ معاشقے اور بے حیائی کے ہنر سکھانے کے لیے! یہ بجا کہ ریڈیو اور سنیما میں جائز قسم کی تفریحات رکھی جا سکتی ہیں مگر لغویات کے لیے بہر حال ان بہترین ذرائع کو وقف رہنے دینا کسی اسلامی حکومت کے لیے جائز نہیں۔"(۴۷)

دعااور اسراف و تبذیر

حج اور عمرہ جو کہ فرض و نفل عبادت ہے، اس کی ادائیگی کرتے وقت ایک رکن "سعی" جس کے چھٹے پھیرے (مروہ سے صفا تک) کی دعا میں یہ دعا بھی شامل ہے:

"نعوذبک من الفتنة الغنی" (۴۸)

"ہم دولت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔"

اسراف و تبذیر دولت کے فتنوں میں سے ہی ہیں اور ان فتنوں سے بچنے اور پناہ مانگنے کی دعا حدیث مبارکہ میں سکھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔(آمین)

اسراف و تبذیر کے برے اثرات

اس میں شک نہیں کہ کرہ ارض میں موجود نعمتیں اس میں رہنے والوں کے لیے کافی و وافی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں بے ہودہ اور فضول استعمال نہ کیا جائے بلکہ صحیح اور معقول طریقے سے ہر قسم کی افراط و تفریط سے بچ کر ان سے استفادہ کیا جائے ورنہ یہ نعمات اس قدر غیر محدود بھی نہیں کہ ان کے غلط استعمال سے مہلک نتائج نہ نکلیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ اکثر اوقات زمین کے ایک علاقے میں اسراف اور فضول خرچی کے باعث دوسرا علاقہ محرومیت کا شکار ہو جاتا ہے یا ایک زمانے کے لوگوں کا اسراف آئندہ نسلوں کی محرومیت کا باعث بن جاتا ہے۔

جس زمانے میں آج کے دور کی طرح لوگوں کے پاس آبادی کے اعداد و شمار موجود نہ تھے، اسلام نے خبردار کیا تھا کہ خدائی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے اسراف اور فضول خرچی نہ کرو۔

قرآن حکیم نے بہت سی آیات میں مسرفین کی بڑی شدت سے مذمت کی ہے۔"(۴۹)

ایک جگہ فرمایا:

"وأن المسرفين هم أصحاب النار"(۵۰)

"اور یقیناً مسرفین اصحاب دوزخ ہیں۔"

"واهلكنا المسرفين"(۵۱)

"اور ہم نے مسرفین کو ہلاک کر ڈالا۔"

سب سے پہلے تو وہ خود پر ظلم کرتے ہیں۔ سورۃ آل عمران میں ہے:

"مثل ما ينفقون فی هٰذه الحياة الدنيا كمثل ريح فيها صر أصابت حرث قوم ظلموا أنفسهم فأهلكته وما ظلمهم الله ولكن أنفسهم يظلمون"(۵۲)

"یہ جو مال دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ہوا کی سی ہے (جس میں سخت سردی ہو اور وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے) چلے اور اسے تباہ کر دے اور خدا نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔"

فانی دنیا کی لذتوں اور شہوتوں پر خرچ اور تعیش و نمود پر خرچ اپنی جان پر ظلم کے مترادف ہے کیونکہ اس مال کو دائمی زندگی کی بہتری کے لیے خرچ کیا جائے تو

اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔ اس کے علاوہ محرمات پر خرچ کرنے والے بہت جلد درماندہ اور ملامت زدہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۹ میں بیان ہو چکا ہے۔

جس طرح مسرفین اور مبذرین اپنی ذات پر ظلم کے ذمہ دار ہوتے ہیں اسی طرح وہ دوسروں کے لیے بھی ظلم و زیادتی کا سبب بنتے ہیں۔ یعنی اسراف اور تبذیر حق داروں کے حق کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتے ہیں:

"و آت ذا القربی حق و المسکین و ابن السبیل و لا تبذر تبذیرا"(۵۳)

"اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو اور تبذیر نہ کرو۔"

نیز سورۃ الانعام آیت ۱۴۲ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ۱۴۲۰۰ (۵۴)

"کھاؤ اس کے پھل سے جب وہ پھلدار ہو اور ادا کرو اس کا حق جس دن وہ کٹے اور اسراف نہ کرو۔"

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ تبذیر اور اسراف حقداروں کے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اگر تبذیر اور اسراف ہوتا رہا تو حقداروں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے انسان کے پاس کچھ باقی نہ رہے گا۔

انفرادی اور اجتماعی اثرات کے علاوہ اور تبذیر کے معاشرے پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اسراف سے مالی وسائل کا بے دریغ زیاں عمل میں آتا ہے۔ معاشرے میں عیاشانہ ٹھاٹ باٹ کے ساز و سامان کی طلب بڑھتی ہے اور ملکی سرمایہ ان ہی کی پیداوار کے لیے مختص ہو جاتا ہے۔ عوام الناس کی حقیقی بنیادی ضروریات کی اشیاء پیدا کرنے کے لیے سرمائے کی قلت ہو جاتی ہے اس لیے اس کی رسد کمیاب ہو جاتی ہے اور قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

اسراف انسان کو بتدریج عیش کوشی اور بے ہمت بنا دیتا ہے اور یوں معاشرے کی افرادی قوت (Man Power) مضمحل ہو جاتی ہے جو افرادی وسائل (Human Resources) کے زیاں کی ایک قبیح شکل ہے۔"(۵۵)

اسراف و تبذیر کی ممانعت کے اثرات

صرف دولت اگر احکام الٰہی کے مطابق ہو اور وہ اسراف و تبذیر سے پاک ہو تو برائی اور شر کے کاموں میں خدا کی دی ہوئی عظیم نعمت برباد نہیں ہوتی۔ نتیجتاً معاشرے سے برائی اور شر کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ مثلاً جوا، سٹہ، حرام کاری اور شراب خوری جیسے جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔

جائز مصارف میں خرچ کرتے ہوئے اگر اسراف یعنی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ممکن ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، فطرہ، خیرات و صدقہ وغیرہ سے رشتہ داروں کے حقوق اور ملکی ضروریات (ٹیکس کی ادائیگی سے) پوری ہوتی ہیں۔ یعنی انسان کے اندر انفاق کی صلاحیت و اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ممانعت سے معاشرے سے ریاکاری اور نمود و نمائش کا رجحان ختم ہو جاتا ہے۔

اسراف و تبذیر کی ممانعت کا سب سے اہم اثر یہ ہوتا ہے کہ "دولت" کی حقیقی غرض و غایت یعنی "انسانی حاجتوں کو پورا کرنا" یہ غرض و غایت پوری ہو جاتی ہے کیونکہ تمام معاشی جدوجہد اور جانفشانی کا بظاہر مقصد تو دولت پیدا کرنا ہے لیکن "دولت" کی اصل غرض و غایت یا مقصد انسانی حاجتوں کو پورا کرنا ہی ہے۔

ایک اثر یہ ہے کہ اسراف کی وجہ سے انسان پر اس کا ذہنی اور نفسیاتی نظام متاثر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ذلیل و خوار ہو کر بیٹھ رہتا ہے مگر اسراف و تبذیر کی ممانعت کی وجہ سے وہ اس نفسیاتی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتا۔

اسراف کا ایک اثر یہ ہے کہ انسان "فقر" کی حد تک پہنچ جاتا ہے جو کبھی کفر تک بھی پہنچا سکتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

"کاد الفقران یکون کفراً"

"قریب ہے کہ فقر انسان کو کفر تک پہنچا دے۔"

اسراف و تبذیر کی ممانعت کی وجہ سے اس خطرناک صورت حال سے آدمی بچ جاتا ہے۔

فتنہ وفساد جو ناجائز خواہشات کی تکمیل سے پیدا ہوتا ہے، وہ ختم ہو کر ایک پر امن معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

مندرجہ بالا وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ:

مال اللہ کی امانت ہے اور امانت میں اپنی مرضی نہیں چلائی جاتی بلکہ اسے ایسے ہی لوٹایا جاتا ہے جیسے اسے لوٹانے کا حکم دیا گیا ہو یعنی اس کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے (حکم) کے مطابق لوٹایا گیا، خرچ کیا گیا۔

تو مومن کا امتحان یہی ہے کہ اس کو مال دے کر اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو اپنی خواہشات کے مطابق خرچ کرے اور چاہے تو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر کرے تو خواہشات کی بنیاد پر وہ اسراف و تبذیر میں ہی جاتا ہے اور اس سے اسی صورت میں بچ سکتا ہے جبکہ وہ مال کو اللہ کی امانت سمجھے۔ اسی حوالے سے اللہ نے سورہ زخرف آیت نمبر ۳۲ میں مال کی حیثیت واضح کر دی کہ کیوں دیا جاتا ہے اور اس میں کمی زیادتی کیوں ہے اور جس کے پاس ہے وہ اس کا کیسے استعمال کرے۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۰۰۳۲

"کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔"

اسلامی معاشیات کی بنیاد یہی آیت ہے اور اس کا عملی نمونہ مدینہ کی ریاست میں دکھایا گیا اور آج بھی معاشرہ میں معاشی توازن قائم کرنے کے لیے یہی حل ہے۔

خلاصہ بحث:

کہا جاتا ہے کہ دولت جن راستوں سے آتی ہے ان ہی راستوں سے نکل جاتی ہے یعنی دولت اگر غلط ذرائع سے حاصل ہو تو وہ غلط ذرائع واستعمالات پر ہی خرچ ہو جاتی ہے جس سے دولت کا بے دریغ ضیاع ہوتا ہے جیسا کہ غلط ذرائع شراب، قمار، سٹہ، جوا، ناجائز کاروبار و تجارت وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدنی و دولت کا حصول بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس قسم کے کاروبار کرنے والے سرمایہ دار مال بھی بے تحاشہ کماتے ہیں جس سے دولت کی بہتات ہوتی ہے اس لیے سرمایہ دار دولت کی حوص میں اپنے مال و دولت کو مزید ایسے ہی کاروبار و تجارت میں لگاتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ دولت سے مزید دولت اور بے تحاشہ مال و دولت کمائے اور مالدار بن جائے، اس لیے سرمایہ دار لوگوں کا رجحان اس طراف بڑھتا جا رہا ہے کہ وہ دولت کو بھلائی اور مفید کاروبار و تجارت میں لگانے کے بجائے جس سی عوام کو خوشحالی حاصل ہو اور ملک ترقی کرے۔ ناجائز، سامان پر تعیش و آسائشات اور مضر کاروبار میں کثرت سے لگایا جائے جس سے ایک طرف تو عام لوگوں کو ضروریات زندگی مہیا نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو گراں سے گراں، جس سے زیادہ دولت حاصل ہوتی ہے، دوسری طرف مال و دولت ناجائز ذرائع آمدن میں لگ کر ضائع ہوتی جاتی ہے اور ان ناجائز کاروبار کی وجہ سے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہوتا جاتا ہے۔ اگر قوم کو اس کی لت لگ جائے تو وہ قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ آج پاکستان میں بھی یہی صورت حال ہے۔ سرمایہ دار افراد دولت کے وسائل پر قابض ہیں اور ان کا پر تعیش طرز زندگی اسراف و تبذیر کی بدترین مثال ہی پیش نہیں کرتے بلکہ معاشرے میں طبقاتی منافرت پھیلانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ حکومت اور اس کے کارپرواز جس طرز زندگی کو فروغ دے رہے ہیں اور جو مثال قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور کاروباری وسائل کا جس بے دردی سے عیش و عشرت اور نام و نمود کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے وہ ایک طرف قومی وسائل کے ضیاع کا باعث ہے تو دوسری طرف قوم کے محروم طبقوں میں نفرت کی آگ سلگا رہے ہیں اور معاشرے کو تصادم کی طرف لے جا رہا ہے۔

اس لیے اسلام نے صرف دولت کے ان ذرائع اور طریقوں پر قدغن عائد کر دی ہے تاکہ ملک اور قوم میں عادلانہ معاشی نظام قائم ہو سکے اور ایک پر امن اور معاشی طور پر مستحکم معاشرہ قائم ہو سکے۔ پاکستان میں اسی معاشی نظام کی اشد ضرورت ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

۱۔ وحید الزمان، علامہ۔ لغات الحدیث۔ کراچی۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ س ن۔ ص ۸۵۔

۲۔ ابن منظور۔ لسان العرب۔ قاہرہ۔ دار المعارف۔ س ن۔ ج ۳۔ ص، ۱۹۹۶ء۔

۳۔ اردو لغت۔ کراچی۔ اردو بورڈ۔ ۱۹۸۲ء۔ ج ۱۔ ص ۹۷۴۔

۴۔ محمد لطیف، پروفیسر۔ الٰہی نظام روزی۔ راولپنڈی۔ خورشید پیلس۔ ۲۰۰۲ء۔ ص ۲۶۸۔

۵۔ عمر فاروق، شیخ۔ مفردات القرآن (شریعت اسلامیہ کے محاسن)۔ لاہور۔ جامعہ تدبر القرآن۔ ۲۰۰۳۔ ج ۲۔ ص ۴۳۷۔

۶۔ کیرانوی قاسمی، وحید الزمان۔ القاموس۔ وحید۔ کراچی۔ ادارہ اسلامیات۔ ۲۰۰۱ء۔ ص ۱۵۵۔

۷۔ اردو نعت (تاریخی اصول پر)۔ کراچی۔ ترقی اردو بورڈ۔ ۱۹۸۲ء۔ ج ۴۔ ص ۹۳۰۔

۸۔ ابن منظور، لسان العرب۔ قاہرہ۔ دار المعارف۔ س ن۔ ج ۱۔ ص ۲۳۷۔

۹۔ عمر فاروق، شیخ۔ مفردات القرآن (شریعت اسلامیہ کے محاسن)۔ لاہور۔ جامعہ تدبر القرآن۔ ۲۰۰۳ء۔ ج ۲۔ ص ۴۳۷۔ ۷۵

۱۰۔ سید نجفی، صفدر حسین۔ تفسیر نمونہ۔ لاہور۔ مصباح القرآن ٹرسٹ۔ ۱۹۹۶ء۔ ج ۶۔ ص ۵۴۹۔

۱۱۔ محمد لطیف، پروفیسر۔ الٰہی نظام روزی۔ راولپنڈی۔ خورشید پیلس۔ ۲۰۰۰ء۔ ص ۲۶۸۔

۱۲۔ صدیقی۔ نجات اللہ، ڈاکٹر۔ اسلام کا نظریہ ملکیت۔ لاہور۔ اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ لمیٹڈ۔ ۲۰۰۴ء۔ ص ۲۱۵۔

۱۳۔ القرآن۔ ۲۶۴:۰۲

۱۴۔ القرآن۔ ۳۸:۰۴

۱۵۔ ندوی، محمد جنید، ڈاکٹر۔ معاشی ترقی کے قرآنی تصورات۔ راولپنڈی۔ ظلال القرآن فاؤنڈیشن۔ ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۵

۱۶۔ القرآن۔ ۳۱:۷۔

۱۷۔ اصلاحی، امین احسن۔ تدبیر قرآن۔ لاہور۔ فاران فاؤنڈیشن۔ ۱۹۸۲ء۔ ج ۳۔ ص ۲۵۲۔

۱۸۔ القرآن۔ ۲۷:۱۷۔ ۲۶۔

۱۹۔ عمر فاروق، شیخ۔ مفردات القرآن (شریعت اسلامیہ کے محاسن)۔ لاہور۔ جامعہ تدبر القرآن۔ ۲۰۰۳ء۔ ج ۲۔ ص ۵۷۔

۲۰۔ القرآن۔ ۲۹:۱۷۔

۲۱۔ عثمانی، محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن۔ کراچی۔ ادارہ معارف۔ ۱۹۶۹ء۔ ج ۵۔ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰۔

۲۲۔ اصلاحی، امین احسن۔ تدبیر قرآن۔ لاہور—فاران فاؤنڈیشن۔ ۱۹۸۴ء۔ ج ۴۔ ص ۴۹۹۔

۲۳۔ عمر فاروق، شیخ۔ مفردات القرآن (شریعت اسلامیہ کے محاسن)۔ لاہور۔ جامعہ تدبر القرآن۔ ۲۰۰۳۔ ج ۲۔ ص ۷۹۔

۲۴۔

'erbs, Proverbs & Idiomatic Translation into English. Karachi. Shama Book Agency. 2009. P#47

۲۵۔ القرآن۔ ۶۵:۰۷۔

۲۶۔ القرآن۔ ۸۷:۰۵۔

۲۷۔ سید مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور۔ ترجمان القرآن۔ ۱۹۸۱ء۔ ج ۱۰۔ ص ۴۹۹۔

۲۸۔ القرآن۔ ۹۰:۰۶۔

۲۹۔ سید مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور۔ ترجمان القرآن۔ ۱۹۸۱ء۔ ج ۶۔ ص ۳۴۰۔

۳۰۔ القرآن۔ ۳۸:۳۴۔

۳۱۔ القرآن۔ ۱۴۹:۲۶

۳۲۔ سید مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور۔ ترجمان القرآن۔ ۱۹۸۱ء۔ ج ۳۔ ص ۵۲۲۔

۳۳۔ القرآن۔ ۱۴۱:۰۶۔

۳۴۔اصلاحی،امین احسن۔تدبر قرآن۔لاہور فاران فاؤنڈیشن۔۱۹۸۴ء۔ج ۳۔ص ۱۸۵۔

۳۵۔القرآن۔۲۵:۶۷۔

۳۶۔اصلاحی،امین احسن۔تدبر قرآن۔لاہور فاران فاؤنڈیشن۔۱۹۸۴ء۔ج ۵۔ص ۴۸۸۔۴۸۷۔

۳۷۔حمید نسیم۔تعارف الفرقان۔کراچی۔فضل سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔۱۹۹۱ء۔ص ۱۸۲۔

۳۸۔ندوی، محمد جنید۔معاشی ترقی کے قرآنی تصورات۔راولپنڈی—ظلال القرآن فاؤنڈیشن۔۲۰۰۴ء۔ص ۴۷۲۔

۳۹۔النجفی بخاری،ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم۔ صحیح بخاری۔بیروت لبنان۔دارالکتب العلمیۃ۔۲۰۰۴ء۔ص ۴۷۲۔

۴۰۔النیسابوری،ابی الحسن مسلم بن الحجاج القشیری۔ صحیح مسلم۔بیروت لبنان۔دارالکتاب العربی۔۲۰۰۴ء۔ص ۱۳۲۹۔

۴۱۔النجفی بخاری،ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم،۔ صحیح بخاری۔بیروت لبنان۔دارالکتاب العمیۃ۔۲۰۰۴ء۔ص ۱۰۷۵۔

۴۲۔القزوینی،عبداللہ محمد بن یزید،الحافظ۔سنن ابی ماجہ۔بیروت لبنان۔دارالکتب العلمیۃ۔۲۰۰۴ء۔ص ۵۴۴۔

۴۳۔کاسانی،علاؤالدین ابی بکر۔بدائع الضائع فی ترتیب السرائع۔مکتب فاروقیہ۔لاہور۔۱۹۹۰ء۔ج ۴۔ص ۴۳۰

۴۴۔ابن عابدین، محمد امین۔ردالمختار علی الدرالمختار۔ملتان۔مکتبہ امدادیہ۔۱۹۹۵ء۔ج ۶۔ص ۲۳۰۔

۴۵۔سید الجرجانی، شریف۔کتاب التعریفات،بیروت ولبنان۔دارابن حزم۔۲۰۰۰ء۔ج ا۔ص ۰۴۔

۴۶۔ابن عابدین، محمد امین۔ردالمختار علی الدرالمختار۔ملتان۔مکتبہ امدادیہ۔۱۹۹۵ء۔ج ۶۔ص ۲۳۰۔

۴۷۔صدیقی، نعیم۔معاشی ناہمواریوں کا سلامی حل۔کراچی۔مکتبہ چراغ راہ۔۱۹۵۵ء۔ص ۱۹۸۔۱۹۲۔

۴۸۔صدیقی، فائزہ احسان، پروفیسر۔اسلام کا نظام دولت اور انفاق۔کراچی۔رب پبلشرز۔۲۰۰۸ء۔ص ۱۸۵۔

۴۹۔سید نجفی، صفدر حسین۔تفسیر نمونہ۔لاہور۔مصباح القرآن ٹرسٹ۔۱۹۹۶ء۔ج ۵۔ص ۵۴۷۔

۵۰۔القرآن۔۴۰:۴۳

۵۱۔القرآن۔۰۴:۰۹

۵۲۔القرآن۔۰۳:۱۱۷

۵۳۔القرآن۔۱۷:۲۶

۵۴۔القرآن۔۰۶:۱۴۲

۵۵۔سید نجفی، صفدر حسین۔تفسیر نمونہ۔لاہور۔مصباح القرآن ٹرسٹ۔۱۹۹۶ء۔ج ۲۔ص ۱۳۲۔

۵۶۔القرآن۔۴۳:۳۲۔